نمبر ۱۲ — یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شایع ہوتا ہے — جلد ۵

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

اور چاہیے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی کی طرف بلاوے اور اچھی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں جو بامراد ہونگے

ایڈیٹر
صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے عـہ اور طلبا سے ۱۲ اور غیر ممالک والوں سے عـہ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۰ء — مطابق ذوالحجہ ۱۳۲۸ھ

فہرست مضامین

بہ اہتمام چودھری عبدالسلام صاحب مینیجر قادیان سے شایع ہوا۔ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام حافظ مظفر الدین چھپا

اصلی ممیرا اور ممیریکا سُرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیریکے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شایع ہورہا ہے اس اثنا رمیں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدّین صاحب مدظلہ العالی کے مجوزہ نسخہ کیموافق طیار کیا جاتا ہی اور اصلی ممیرا جس کو خود حضرت نے اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا۔ کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کئی لاکھ افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا جائز حقدار ہے اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھُند جالا پھولا پڑوال سبل اور سرخی ابتدائی موتیا بند وغیرہ امراض چشم کے لیئے بہت مفید ہے

قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ لعہ قسم دوم عہ قسم سوم عہ اصلی ممیرا قسم اول للعہ دوم ۸ر

ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا پتھر پر گھسکر آنکھوں میں ڈالا کرے یہ سرمہ خاصکر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں بہت مجرب ہے۔

سلاجیت

(محیط اعظم سے نقل کی ہے جسکی عبارت یہ ہے)

مقوی جمیع اعضا نافع صرع مشہی طعام قاطع بلغم و ریاح و دافع بواسیر و جذام و استسقا و زردی رنگ و تنگی نفس و دق شیخوخیت و فساد و بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلس البول و سیلان منی و یبوست و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر دانہ نخود صبح کیوقت دودھ کیساتھ استعمال فرماویں قیمت [illegible]

لُنگیاں اور کُلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ اور سفید ماشی ریشمی اور سوتی لٹھری تنزیب سفید اور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی [illegible] ت کی مل سکتی ہیں +

المشتہر:۔ احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خریداران جواب دیں؟

رسالہ تشحیذ الاذھان کا سال جنوری سے شروع ہوتا ہے
لیکن چونکہ انہی دنوں میں جلسہ کے اخراجات احباب کو
برداشت کرنے پڑتے ہیں اور مختلف رسائل و اخبار بھی
آجکل ہی وی۔ پی ہوتے ہیں اسلیئے خرچ بڑھجاتا ہے اسلیے
اگر خریداران رسالہ پسند کریں تو رسالہ کا سال بجائے جنوری
کے جون سے شروع ہوا کرے اور اُسی وقت وی۔ پی
کر کے قیمت وصول کیجایا کرے احباب بہت جلد اپنی رائے
سے مطلع فرماویں۔

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

ہم ہی نے یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔

انا علینا جمعہ وقرآنہ

بیشک ہم پر ہی اس کا جمع کرنا ہے اور اسکا پڑھنا

مسافر آگرہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں دو مضامین "قرآن میں سخت گڑبڑ" "کانٹ چھانٹ کتر بیونت اور قرآنی اختلافات" کے عنوانوں سے شائع ہوئے ہیں۔ جس میں آریہ مہاشہ بڑے زور شور سے دعوٰی کرتا ہے۔ کہ ہم قرآن پر ریویو کرتے ہوئے یہ امر پایہ ثبوت تک پہونچا چکے ہیں اور محمدیوں کی طرف سے آجتک اسکا کوئی جواب نہیں ملا۔ اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیئے یہ بھی مان لیں کہ اللہ میاں نے یہ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تو بھی ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ وہ کتاب آج دنیا میں موجود نہیں اور موجودہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند پرانے سنے سنائے نسخوں کو کانٹ چھانٹ کر تیار کر رکھا ہے اسی طرح سو ناحق آریہ مہاشہ ایک دو ورق سیاہ کرتے ہوئے پبلک کے سامنے یہ دعوٰی پیش کرتا ہے کہ اصلی قرآن آج دنیا میں موجود نہیں اور موجودہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند پرانے سنے سنائے نسخوں کو کانٹ چھانٹ کر تیار کیا تھا اس دعوٰی کے اثبات کے لیئے آریہ مہاشہ ایک نقشہ تیار کرتا ہے جس میں وہ قرآن شریف کی چند آیات پیش کرکے انکے بالمقابل انہی آیات کی دوسری قرأت جو کہ ایک آدھ راوی سے مروی ہے درج کرتا ہے مثلاً پہلی آیت جو اسنے اس نقشہ میں پیش کی ہے وہ یہ ہے واللیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی وماخلق الذکر والانثٰی اور اسکے مقابل وہ علقمہ سے مرویہ قرأت نقل کرتا ہے جو کہ اس طرح پر ہے واللیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی والذکر والانثٰی۔ غرض اس طرح پر آریہ مہاشہ قرآن

کی چھ سات آیات کو پیش کر کے ایک نقشہ تیار کرتا ہے اور بڑی چالاکی سے پبلک کو دھوکا دیتا ہے کہ اس نے اس نقشہ سے قطعی ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ قرآن شریف در اصل وہ قرآن نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا حالانکہ اس نقشہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ نتیجہ صرف اسی صورت میں کسی قدر درست اور قابل تسلیم ہو سکتا تھا اگر آریہ مہاشہ اس نقشہ کیساتھ یہ بھی ثابت کر دکھاتا کہ یہی قرائتیں جو ایک دو راویوں سے مروی ہیں اور جو قرآن شریف میں درج نہیں ہوئیں فی الواقعہ وہی قرائتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں مگر چونکہ آریہ مہاشہ نے محض دھوکے سے کام لیا ہے اور اسبات کو ہرگز ثابت نہیں کیا۔ کہ یہی چند ایک راویوں سے مرویہ قرائتیں ہی اصلی قرائتیں ہیں اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکے گا لہٰذا اسکا یہ دعویٰ نرا دعویٰ ہی رہا۔ کہ موجودہ قرآن شریف اصلی نہیں بلکہ عثمان رضؓ نے کانٹ چھانٹ کی ہے دو سو یا تین سو سال بعد بخاری نے یا کسی اور محدث نے ایک دو راویوں کے قول سے اگر علقمہ کا ایک دفعہ ایک مختلف طرز سے پڑھنا اپنی کتاب میں نقل کر دیا تو اس سے انکا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ زمانہ مبارک میں بھی بعض اشخاص قرآن کی بعض آیات کے پڑھنے میں غلطی کر بیٹھتے تھے کیا اس زمانہ میں ایسے لوگ موجود نہیں جو بعض اوقات قرآن کی آیات غلط پڑھ دیتے ہیں تو کیا ان لوگوں کے غلط پڑھنے سے قرآن شریف کی ذات پر کوئی حرف آ سکتا ہے ہرگز نہیں یہ نادان آریہ کا کذب اور افترا ہے کہ اسنے چند روایات کی بنا پر پبلک کو یہ دھوکا دیا ہے کہ اصلی قرائتیں قرآن شریف میں چونکہ درج نہیں کی گئیں اسلیئے اصلی قرآن شریف دنیا میں موجود نہیں ہے آریہ مہاشے کو یہ جائز نہ تھا۔ کہ وہ نتیجہ نکالنے میں فریب اور دھوکا سے کام لیتا ہاں اگر وہ ہم سے یہ سوال کرتا کہ ان مختلف فیہ قرائتوں سے درست اور صحیح قرأت کونسی ہے تو اسکا یقین

حق تھا اور اس سے ہمارے دل کو بھی خوشی پہونچتی کہ آریہ مہاشہ نے تہذیب اور متانت سے ایک جائز سوال کا استفسار کیا ہے مگر یہ امید ان مہاشوں سے کہاں ہو سکتی ہے کہ اسلام کی مخالفت میں متانت اور تہذیب اور سچائی سے کام لیں خیر ہم آریہ مہاشہ کی دریدہ دہنی اور ژولیدہ زبانی سے درگذر کرتے ہیں اور مندرجہ بالا سوال کو بھی حل کئے دیتے ہیں ناظرین اصل بات یہ ہے کہ ہم مسلمان لوگ اسبات کو زیادہ قوی اور قابل اعتبار مانتے ہیں جسکی تصدیق میں ایک تواتر کی شہادت موجود ہو۔ اور اسکے برخلاف چند ایک روایات کو قابل وثوق نہیں ٹھہراتے یہ بات صرف ہم مسلمانوں ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مذاہب کے نزدیک یہ مسلمہ امر ہے کہ تواتر کے برخلاف چند ایک راویوں کے اقوال ساقط الاعتبار ہوتے ہیں اگر ہیں آج چند ایک روایات کی بنا پر یہ کہوں کہ بت پرستی کی تعلیم جو ویدوں میں موجود ہے وہ اصلی تعلیم نہیں ہے۔ تو کیا سناتن دہرم کے پیرو اسبات کو تسلیم کر لینگے ہرگز نہیں وجہ یہ کہ اُنکے پاس تو قومی کی زبردست شہادت موجود ہے میرا یا کسی آریہ مہاشہ کا کوئی حق نہیں کہ محض ایک آدھ روایات کی بنا پر انکی تواتر سے تصدیق یافتہ اور ویدمیں کثرت سے مندرجہ مسئلے کی تکذیب کرنی شروع کر دیویں اور خواہ مخواہ شور مچائیں کہ بت پرستی کی تعلیم ویدمیں نہیں کوئی عقلمند تواتر سے تصدیق یافتہ امر کو محض ایک یا دو روایات کی بنا پر رد نہیں کریگا۔ پس اسی اصول پر میں مندرجہ بالا سوال کا جواب دیتا ہوں اور اسی روایات سے ہی اسبات کو ثابت کرتا ہوں کہ واللیل اذا یغشیٰ ۝ والنهار اذا تجلّیٰ ۝ وما خلق الذکر والانثیٰ ۝ کی قرأت تواتر سے تصدیق یافتہ ہے اور برخلاف اسکے واللیل اذا یغشیٰ ۝ والنهار اذا تجلّیٰ ۝ والذکر والانثیٰ ۝ کی قرأت صرف ایک راوی سے مروی ہے۔ چنانچہ وہ روایت یوں ہے حدثنا قبیعة بن عقبة حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابراهیم عن علقمة قال

دخلت فی نعر من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدردا فاتانا فقال افیکم من یقرء فقلنا نعم قال فایکم اقرأ فاشاروا الی فقال اقراء فقرات واللّیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی والذکر والانثیٰ قال انت سمعتھا من فی اصحابك قلت نعم قال وانا سمعتھا من فی بنی صلی اللہ علیہ وسلّم وھٰؤلاء یابون علینا۔ یعنے علقمہ کہتا ہے کہ میں عبد اللہؓ کے اصحاب کے ساتھ شام میں پہونچا ہماری خبر سنکر ابو دردا آئے اور ہم سے پوچھنے لگے کہ تم سے عمدہ قاری کون ہے۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا ابو دردا نے مجھکو پڑھنے کے لیئے کہا میں نے یہ آیت واللّیل اذا یغشٰی والنّھار اذا تجلّٰی والذکر والانثیٰ پڑھی تب ابو دردا نے کہا کہ تونے عبد اللہ بن مسعود سے یہ قرأت اسی طرح سنی تھی مینے کہا ہاں اسی طرح سنی تھی تب ابو دردا کہنے لگا۔ مینے بھی نبی کریم سے اسی طرح سے سنی تھی مگر یہ تمام لوگ اسکا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اصل میں یہ آیت یوں ہے واللیل اذا یغشٰی والنّھار اذا تجلّٰی وما خلق الذکر والانثیٰ۔ ناظرین انصافاً بتائیں کہ اس روایت میں یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اصل آیت درج نہیں کی گئی بلکہ اس کی بجائے ایک دوسری آیت درج کردیگئی تھی جیسا کہ آریہ مہاشہ اپنے مسافر آگرہ میں کذب بیانی کرتا ہے ہمیں مطلقاً سمجھ نہیں آتا کون سے ایسے الفاظ متذکرہ بالا روایت میں تھے جو آریہ مہاشہ اسقدر زور شور سے یہ دعوٰی کرتا ہے کہ اصلی قرآن شریف آج دنیا میں موجود نہیں کیونکہ اصلی آیات اس میں درج نہیں کی گئی حالانکہ اگر غور اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو متذکرہ بالا روایت سے اسکے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علقمہ کی تردید اسی وقت ایک جماعت نے کردی تھی کہ یوں آیت درست نہیں کیونکہ ابو دردا کہتا ہے کہ مینے بھی ایسا ہی سنا تھا مگر ھٰؤلاء یابون علینا

✣ حاشیہ۔ ناظرین ابو دردا ان چار اصحاب میں سے ایک تھا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ

یعنی یہ تمام لوگ ہماری قرأت کا انکار کرتے ہیں کہ اصل میں یہ آیت یوں ہے واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلّیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ ط ناظرین یہ دیکھئے آریہ مہاشہ کی بے انصافی تعصّب بھی بری بلا ہے کہ دیکھتے ہوئے کو اندھا کر دیتا ہے آریہ مہاشہ نے اس روایت کو پیش کرتے ہوئے نہایت چالاکی سے کام لیا ہے جو اسنے اپنی مطلب کی بات تو کاٹ کر پبلک کے سامنے پیش کر دی اور باقیماندہ روایت کو یونہی ہضم کر گیا آریہ مہاشہ کے پانچ اکاذیب۔

(۱) آریہ مہاشہ قرآن میں سخت گڑبڑ اور کتر بیونت کے عنوان سے پبلک پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بدلائل قوی اپنے دعوی کو ثابت کر چکا لیکن ناظرین پر بخوبی ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ اسنے خود ہی متذکرہ بالا روایت میں کانٹ چھانٹ شروع کر دی اور پبلک کو آدھی روایت بتلا کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا۔ دوئم عنوان میں ظاہر کرتا ہے کہ قرآن شریف میں سخت گڑبڑ ثابت کریگا مگر چند ایسی آیات پیش کر دی ہیں کہ جن کی قرأت صرف دو طرز پر آئی ہے لیکن اسکے معانی میں اختلاف نہیں۔ مطالب میں اختلاف نہیں تو پھر قرآن شریف میں کیسی گڑبڑ ہوئی سوئم۔ تمہیدی

بقیہ حاشیہ صفحہ :۔ کی وفات کے بعد ہی قرآن شریف یکجا جمع کیا تھا۔ اگر علقمہ کی قرأت کہ جسکی تصدیق ایک دفعہ ابودردا نے کی تھی فی الواقعہ درست اور صحیح قرأت ہوتی تو ضرور تھا کہ ابودردا غلط آیت کی جگہ وہی درست آیت لکھتا۔ اور دوسرے ساتھیوں سے لکھواتا مگر اسنے ایسا نہیں کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ زبردست تواتر کی تصدیق سے اپنی غلطی مان چکا ہوا تھا وہ تمام حدیث جس کی بنا پر میںنے متذکرہ بالا واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ ہے بخاری باب تالیف القرآن۔ عن انس قال لما مات النبی صلے اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابودردا ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ یعنے انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سوائے چار شخصوں کے

بیان میں لکھتا ہے کہ موجودہ قرآن شریف کی ان آیات کے بالمقابل ہم نے وہ اصل آیات بھی نقل کر دی ہیں جو بقول علمائے اسلام دراصل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں جو کہ صریح بہتان ہے کوئی علمائے اسلام اسبات کو تسلیم نہیں کرتا۔ چہارم۔ مختلفہ قرأت کو بیان کرکے فوراً اس نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ وہ قرأت جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھی اور جس کی تصدیق میں ایک زبردست تواتر کی شہادت موجود ہے اور جو کہ تمام کے نزدیک متفق علیہ قرأت ہے اور قرآن شریف میں درج ہے اصلی قرأت نہیں۔

پنجم۔ آریہ مہاشہ لکھتا ہے کہ "والذکر والانثیٰ۔ جو کہ اصل آیات کا حصہ ہے۔ قرآن شریف کی موجودہ نقلی آیات میں موجود نہیں ہے۔ حالانکہ والذکر والانثیٰ قرآن شریف کی اس آیت میں موجود ہے مگر جس نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھکر جھوٹ بولنے کی عادت ٹھان لی ہے اُسے کون دکھائے اور کون سمجھائے یہانتک تو آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مہاشے کو اپنے دعوے کے ثابت کرنیکے لیے کسقدر افترا سے کام لینا پڑتا ہے اور عنوان میں وہ بڑہانکی ہے جسکا نہ سر ہے نہ پاؤں۔ یعنی دعوے تو یہ کیا تھا کہ وہ بدلائل قوی ثابت کریگا۔ کہ موجودہ قرآن شریف اصلی نہیں۔ بلکہ عثمانؓ نے اسکو چند پرانے سنے سنائے نسخوں سے کانٹ چھانٹ کر تیار کیا تھا۔" مگر افسوس کہ وہ اس دعوے کو ہرگز ثابت نہیں کر سکا

بقیہ حاشیہ صفحہ :- اور کسی نے قرآن شریف جمع نہیں کیا ابو درداء معاذ بن جبل زید بن ثابت ابو زید۔ پس یہ اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ قرأت جو نہ صرف تواتر سے بلکہ اسی ابو درداء سے تصدیق یافتہ ہو کر قرآن شریف میں درج کی گئی تھی پبلک کو مغالطہ دینے کے لیے پیش کیجاتی ہے۔

بلکہ یونہی نتیجہ پر نتیجہ نکالتا گیا ہے اور برخلاف اسکے ہینے محض خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے اسکے دعوے کو ہر طرح سے توڑ دکھایا ہے یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ حق کے سامنے باطل ٹھہر سکے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً قرآن شریف وہ کتاب ہے جسکا ایک ایک لفظ اسی وحدہٗ لاشریک کی کلام سے ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور جسکو نہ صرف اہل عرب کے حافظوں نے محفوظ رکھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیر حفاظت اور زیر نگرانی سارے کا سارا . . . . . قلمبند کروا لیا تھا اور پھر حضور علیہ السّلام کی وفات کے بعد فوراً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن شریف کو بڑی احتیاط سے یکجا جمع کرایا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ سراسر افترا اور تہمت ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے چند پرانے سنے سنائے نسخوں کو کاٹ چھانٹ کر ایک قرآن تیار کر لیا تھا۔ ایسے گروہ نے بیشک ایسی روایات بیان کی ہونگی جنکے نزدیک تقیہ جائز ہے اور جنکے متعلق تاریخ نے شہادت دیدی ہے کہ انہوں نے کئی ہزار روایات افترا کیں اور انہیں سے بعض نے آخر مرتے وقت اقرار بھی کر لیا کہ انھوں نے جھوٹی روایات گھڑیں ورنہ آریہ جہاشے کے لیئے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ ہماری مستند کتابوں سے ایسی صحیح اور معتبر روایات نکال سکے جن سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کبھی کوئی کاٹ چھانٹ کر کے قرآن شریف طیار کیا تھا۔ برخلاف اسکے یہ امر بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حفاظت ہی تمام کا تمام قرآن شریف قلمبند کر لیا گیا تھا۔ یہ میرا بیان یونہی اٹکل سے نہیں بلکہ زبردست تاریخی شہادتوں کی بنا پر ہے جسکو کہ موافق اور مخالف دونوں نے تسلیم کیا ہے چنانچہ سر ولیم میور بھی لائف اوف محمدؐ کا دیباچے میں اس امر کا

اقرار ان الفاظ سے کرتا ہے "لیکن اسبات کو ماننے کے لیئے بہت سے وجوہ موجود ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کی زندگی ہی میں متفرق طور پر قرآن شریف کے نسخے لکھے ہوئے اصحابہ کے پاس موجود تھے اور ان نسخوں میں سارا قرآن موجود تھا اس میں شک نہیں کہ حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعوے نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروّج تہا اور مدینہ میں جاکر تو خود آپنے مراسلات لکھوانے کے لیئے کئی اصحابی مقرر کئے ہوئے تھے جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے. تو انہیں اس شرط پر وعدہ رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھلا دیں اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کے برابر تعلیم یافتہ تو نہ تھے" ۞ یہ شہادت ایک دشمن اسلام کی تاریخی شہادت کی بنا پر ہے جو خدا تعالےٰ نے اسکی قلم سے لکھوائی- ناظرین اسبات سے خوب واقف ہونگے کہ پچھلے دنوں مصر کے شاہی کھنڈرات سے ایک ڈبیا ملی تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک خط بند کیا ہوا تھا- یہ ایک موجودہ زبردست شہادت ہے جس سے کسی طرح سے انکار نہیں کیا جا سکتا- کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں تحریر کی رسم تھی وہ لوگ کاغذوں اور تختیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھا کرتے تھے- اگرچہ اہل عرب میں قوت حافظہ عظیم الشان طور پر قوی تھی اور ہزارہا اشعار نوک زبان یاد ہوتے تھے مگر وہ بعض اوقات ایسا بھی کرلیا کرتے تھے کہ جب کوئی شاعر نہایت اعلیٰ درجہ کی نظم کہتا- تو وہ پبلک کے سامنے لکھکر پیش کیجاتی چنانچہ سبعہ معلقات کا وجود میرے اس بیان پر شاہد ہے جو کہ سات نظمیں تھیں اور خانہ کعبہ کی دیوار پر زمانہ جہالت میں لٹکائی گئی تھیں- اس زبردست شہادت سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں زمانہ جاہلیت سے تحریر کا رواج تھا- پس اس مختصر تمہید کے بعد میں نمبروار اپنے متذکرہ بالا دعوے کا ثبوت پبلک کے سامنے پیش کرتا ہوں-

۞ لیکن ان میں بھی بہت سے لوگ ایسے موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے"

اول ہم قرآن شریف ہی میں ایسی آیات پاتے ہیں جو صاف ظاہر کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف کتاب کی شکل میں تھا چنانچہ ذیل میں ایسی آیات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ۔ یعنی یہی ایک کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ کی بات نہیں۔

۲۔ انہٗ لقراٰن کریم فی کتٰبٍ مکنون لا یمسہٗ الا المطہرون۔ یعنی یہ ایک قرآن قابل عزت ہے ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا اسے وہی چھوتے ہیں جو پاک لوگ ہیں اگر یہ لکھا ہوا نہ تہا تو لفظ مس کا اطلاق کسی طرح سے اسپر نہیں ہوسکتا تھا ۳ قالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فہی تملیٰ علیہ بکرۃ واصیلاً۔ یعنے مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ اگلے لوگونکی کہانیاں ہیں جنکو وہ صبح وشام کسی سے لکھوالیتا ہے مخالف لوگ اعتراض کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً لکھوالیا کرتے تھے۔

۴۔ بل ہو قراٰن مجیدٌ فی لوحٍ محفوظ۔ بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو تختی میں محفوظ ہے

۵۔ کلا انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ۔ یعنے قرآن تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرلے وہ ورقوں میں محفوظ ہے جن کی تعظیم کیجاتی ہے اور بلند جگہ پر رکھے جاتے ہیں۔

دوئم احادیث سے اس دعوے کا ثبوت کہ قرآن شریف فوراً ساتھ ساتھ لکھہ لیا جاتا تھا۔ عن عثمان بن عفان۔ قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مما یاتی علیہ الزمان ینزل علیہ من السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشی یدعو البعض من یکتب عندہٗ فیقول ضعوا ھٰذا فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۹۰) یعنے حضرت عثمان رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ایسے اوقات میں جب آپ پر چند سورتیں ایک ہی وقت میں نازل ہوتی رہتی تھیں جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ان شخصوں میں سے جو قرآن کریم لکھا کرتے تھے کسی ایک کو بلا بھیجتے اور اسکو فرمادیتے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں جہاں ایسا ذکر ہے لکھو احمدؒ نے اور اصحاب السنن الثلاثہ نے اسکو روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح حدیث بیان کیا اس حدیث سے یہ نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح صرف ایک ہی دفعہ عمل کیا۔ بلکہ اسبات کا کھلے طور پر بیان ہے کہ آپکا یہی ہمیشہ عمل تھا۔ اس حدیث کے راوی حضرت عثمان جیسے جلیل القدر اور عظیم الشان اصحابی ہیں جو ابتدا ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلّم کے داماد بھی تھے۔

۲۔ بخاری باب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلّم میں براءؓ کی روایت سے یہ حدیث ہے قال لما انزلت لا یستوی القاعدون من المومنین الخ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلّم ادع لی زیداً ولیجی باللوح والدواۃ والکتف او الکتف والدواۃ ثم قال اکتب لا یستوی القاعدون الخ یعنے جب لا یستوی القاعدون کی آیت آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا زید کو میرے پاس بلاؤ اور کہو کہ دوات اور لوح ساتھ لاوے پھر جب وہ آیا تو حکم دیا کہ لکھو لا یستوی القاعدون الخ

۳۔ ایسے ہی بخاری کے اسی باب میں ایک اور حدیث آتی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے زید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انّک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ یعنے بیشک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا ہے گویا عزت کی نگاہ سے حضرت ابوبکر نے زید کو مخاطب کیا۔

یہ بھی یاد رہے کہ زید ہی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا کاتب نہیں تھا بلکہ تیرہ اشخاص کے نام متواتر سے ثابت شدہ ہیں دیکھو فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۹

۴۔ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ وحی لکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لا تکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن۔ یعنی مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھا کرو اور یہ ہدایت احتیاطاً حفظ ماتقدم کے طور پر کی گئی تھی کہ کہیں وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں سے خلط ملط نہ ہو جائے

۵۔ پھر ناظرین کو بخوبی یاد ہوگا۔ کہ حضرت عمرؓ کس طرح مسلمان ہوئے تھے انہوں نے اپنی ہمشیرہ کو قرآن مجید کی ایک جلد میں سورہ طٰہٰ پڑھتے سنا اور اس سورہ نے آپ پر یہ اثر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر تائب ہوئے

۶۔ بخاری باب جمع القرآن میں ایک لمبی حدیث بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن شریف جمع کیا تو اس وقت کے واقعات سے بھی جو پیش آئے تھے اور جو کتب میں صحیح اور مستند طور سے درج ہیں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن شریف کی ہر ایک آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھی جا چکی تھی اس وقت سورہ توبہ کی دو آیتوں کے متعلق یہ واقعہ پیش آیا کہ باوجود حضرت زید کو یہ علم ہونے کے کہ وہ آیات قرآن شریف کی ہیں انکو نہ لیا گیا جب تک وہ لکھی ہوئی نہ ملیں۔ چنانچہ حضرت زید خود یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں جو صحیح بخاری میں موجود ہے اگر کسی آریہ مہاشے کو شک ہو جمع القرآن کے باب میں دیکھ لے۔ فتتبعت القرآن اجمعہ ... حتی وجدت اٰخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری۔ لم اجدھا مع احدٍ غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمہ براءۃ۔ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے قرآن شریف کو تلاش کر کے جمع کرنا شروع کیا۔ یہانتک کہ سورہ توبہ کا آخری حصہ مجھے ابو خزیمہ کے پاس ملا۔ جو اور کسی کے

پاس نہ تھا اور وہ یہ ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید رض کو یہ علم تھا کہ یہ آیتیں سورہ توبہ کے آخر میں ہیں مگر انکو نہ لکھا جب تک اسکو کسی کے پاس لکھا ہوا نہ پا لیا۔

۷۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ فلم یامر ابو بکر الا بکتابۃ ما کان مکتوباً ولذلک توقف زید عن کتابۃ الایۃ من اٰخر سورہ براءۃ حتی وجدھا مکتوبۃ مع انہ کان یستحضرھا ھو ومن ذکر معہ اور پھر لکھتا ہے وکان القراٰن مکتوباً فی الصحف ولکن کانت مفرقۃ فجمعہ فی مکانٍ واحدٍ ترجمہ حضرت ابو بکر رض سوائے اسکے جو لکھا ہوا موجود تھا کسی اور شے کے لکھنے کا حکم نہیں دیتے تھے یعنی انہوں نے قرآن شریف جمع کرانے میں اتنی بڑی احتیاط فرمائی کہ جس طرح اور جو کچھ آنحضرت صلعم کی حیات میں لکھا جا چکا تھا۔ وہی لکھنے دیا اور اسی وجہ سے زید کو جو سورہ توبہ کے آخری حصہ کی آیات کو جانتا تھا کہ یہ بھی قرآن ہی کا حصہ ہیں انکے درج کر لینے میں بہت تامل رہا جب تک کہ اسے وہ لکھی ہوئی نہ مل گئیں اور سارا قرآن قلمی لکھا ہوا تھا۔ مگر یہ قلمی لکھے ہوئے حصے متفرق لوگوں کے پاس تھے اور حضرت ابو بکر رض نے کوشش کر کے انہیں ایک جگہ اکٹھا کر دیا" بلفظہ۔

۸۔ پھر اسی کتاب میں ابن ابی داؤد سے یوں روایت آئی ہے* قال قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القراٰن فلیات بہ وکانوا یکتبون ذٰلک فی الصحف والالواح والعسب قال وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشھد شاھدان وکان غرضھم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا مجرد الحفظ۔ ترجمہ جب حضرت ابو بکر صدیق رض نے قرآن شریف کو جمع کرنیکا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو حضرت عمر رض نے عام طور پر اعلان کر دیا۔ کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہوا ہے وہ لے آوے ان دنوں میں لوگ قرآن شریف کو کاغذ یعنی تختیوں اور کھجور کے

* ناظرین! یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جسکو آریہ مہاشے نے بھی مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء کے پرچہ مسافر آگرہ میں درج کیا ہے لیکن اپنی جہالت ثابت کیونکہ اس حدیث کا تمام ترجمہ نہیں کیا" اور قرآن جمع کرنیکا نیا طریقہ" کے ہیڈنگ

پتوں پر لکھا کرتے تھے کسی شخص سے کوئی حرف بھی لکھا ہوا منظور نہ کیا جاتا تھا جبتک دو گواہوں کی گواہی نہ ہوتی تھی کہ وہ تحریر آنحضرت صلعم کے روبرو لکھی گئی تھی باوجود قاریوں اور حافظوں کے موجود ہونیکے یہ اسقدر احتیاط اسلیئے ہوتی تھی کہ سوائے اس کے کچھ نہ لکھا جاوے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے لکھا گیا تہا اور مجرد حافظہ پر کچھہ نہ لکھا جاوے"۔ بلفظہ

ناظرین مندرجہ بالا شہادتوں سے اظہر من الشمس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حفاظت ہی قرآن شریف کا ایک ایک لفظ مختلف صحیفوں میں لکھا جاچکا تھا اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام قرآن شریف کو بڑی احتیاط سے ایک جگہ جمع کرایا آپ نے محض قاریوں کے قوی حافظوں پر ہی اعتبار نہیں کیا جب تک کہ قرآن شریف کی ایک ایک آیت کو لکھا ہوا نہ پالیا۔ پھر بھی آپ نے لکھنے کا حکم نہیں دیا یہانتک کہ دو معتبر آدمیوں سے اسبات کی شہادت لے لی کہ فی الواقعہ وہ صحیفہ یا تختی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھی گئی تھی۔ ناظرین ازیادہ اطمینانِ قلب کی خاطر میں معتبر روایات کی بناپر ذیل میں یہ ثابت بھی کئے دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں سینکڑوں ماہر حافظ قرآن موجود تھے جو صرف ایک ہی رات میں سارے کا سارا قرآن مجید کھڑے کھڑے ختم کر دیا کرتے تھے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال یارسول اللہ فی کم اختم القرآن قال اختمہ فی شہر قلت انی اطیق قال اختمہ فی خمس عشرہ قلت انی اطیق قال اختمہ فی خمس قلت انی اطیق قال لا۔ یعنی عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اس نے حضور صلعم سے عرض کیا یارسول اللہ میں کتنے عرصہ میں قرآن ختم کروں فرمایا ایک ماہ میں اس نے عرض کیا کہ میں اس سے جلدی ختم کرسکتا ہوں تو فرمایا پچیس دنوں میں

گے ذیل میں پبلک کو دہوکہ دیتا ہے" ناظرین آپنے دیکھہ لیا کہ قرآن آج جس کے ایک ایک لفظ یا نقطہ کو ہمارے مسلمان بہائی اللہ میاں ہی کی طرف سے نازل شدہ مانتے ہیں کس طرح مسجدوں کے دروازے پر بیٹھہ بیٹھکر

ختم کیا کرو۔ اس نے عرض کیا میں اس سے جلدی ختم کرسکتا ہوں تو فرمایا کہ بیس دن میں ختم کیا کرو۔ بلنے عرض کیا کہ میں تو اس سے بھی جلدی ختم کرسکتا ہوں خیر ہوتے ہوتے آپ نے پانچ دنوں کی میعاد مقرر کردی۔

۲۔ فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۵۳ جلد ۹۔ عن ابن مسعود اقرءوا القرآن فی سبع ولا تقرءوہ فی اقل من ثلث۔ یعنے قرآن کو سات دنوں میں پڑھا کرو اور تین دنوں سے کم مدت میں ہرگز ختم نہ کیا کرو۔

۳۔ نہایت معتبر راویوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ عن عبد اللہ بن عمرو قال جمعت القرآن فی کل لیلۃ سلعر النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال فی شہر۔ عبد اللہ بن عمر روایت کرتا ہے کہ میں ہر رات قرآن ایکدفعہ ختم کر چھوڑتا تھا۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچی آپ نے فرمایا کہ ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔

۴۔ اکثر معتبر اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر جماعت کو قرآن کریم حفظ تھا۔ چنانچہ قرّا کی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ قرّا کے معنے وہ نہیں جو آجکل لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھ دے بلکہ الذین اشتہروا بحفظ القرآن و تعلیمہ۔ شرح صحیح بخاری یعنے وہ لوگ جو قرآن شریف اوروں کے سکھلانے کے لیے حفظ کرتے تھے۔

۵۔ پھر صحیح بخاری باب جمع القرآن میں یہ روایت موجود ہے۔ قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال انّ القتل قد استحرّ یوم الیمامۃ بقرّاء القرآن۔ یعنے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ عمر رض میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ غزوہ یمامہ میں قرآن شریف کے قرّا یعنی حفاظ بہت قتل ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن شریف کے جمع کرنیکا خیال پیدا ہوا تھا۔ پس اس روایات سے بدیہی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ قرار یعنی حافظ قرآن بکثرت موجود تھے۔

ہر کس و ناکس سے جو کوئی بھی ہمراہ دو گواہ لیتا آوے سن سنا کر جمع کیا گیا ہے۔ ناظرین وہ تمام حدیث بھی معہ ترجمہ کے ذیل میں نقل کئے دیتا ہوں تا آپ پر واضح ہو کہ ظالم مہاشہ نے کسقدر جھوٹ بولکر صحیح واقعات کو چھپایا ہے

ہے یہانتک احادیث معتبرہ وصحیحہ میں آیا ہے۔ کہ بچوں اور عورتوں کو بھی قرآن شریف حفظ تھا چنانچہ مندرجہ ذیل ایک روایت میرے اس بیان کی شہادت دیتی ہے عن عمرو بن سلمۃ قال کذا وکذا وکنت غلاماً حافظاً فحفظت من ذلک قرآناً کثیراً . . . . لما کنت احفظ فقدمونی فکنت اؤمہم۔ یعنی عمرو بن سلمہ سے روایت ہے کہ ہم کسی مقام پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے جو پانی کے نزدیک تھا اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تھے وہ اسی راہ سے جاتے تھے جو ہمارے پاس سے گزرتا تھا جب وہ واپس آتے تو ہمیں تمام وحی جو آپ سے سنکر آتے تھے سناجاتے تھے میں ابھی بچہ ہی سا تھا قریب ۸ سال کے) پر میری قوت حافظہ بہت تیز تھی جو جو میں سنتا جاتا تھا میں حفظ کرتا جاتا تھا یہانتک کہ اکثر حصہ قرآن شریف اسی طرح ان مہمانوں سے ہی میں نے حفظ یاد کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد میرا باپ اپنی قوم کے بہت سارے عمائد کو ساتھ لیکر اسلام قبول کرنیکے لیے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں آنحضرت صلعم نے داخل اسلام فرمایا اور انکو نماز کی تلقین فرمائی اور حکمدیا کہ تم میں نماز میں امامت وہ کرایا کرے جو سب سے زیادہ قرآن کو جانتا ہو چونکہ میں نے قرآن کا بہت سا حصہ پہلے ہی حفظ کیا ہوا تھا اسلیئے امامت کا میرا ہی حق ہوا۔ پس سب نے مجھے اپنا امام منتخب کیا اور میں انکا امام ہوتا رہا۔

غرض کوئی بھی ان واقعات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی زمانہ میں بہت سے حافظِ قرآن موجود ہو گئے تھے خاصکر اسحالت میں کہ جب تاریخ بھی اسبات کی شہادت دے رہی ہے کہ اہل عرب کی حافظ نہایت ہی قوی تھے۔ ہم اپنے پنجابی ڈگ دماغ والوں کو ہی دیکھتے ہیں کہ وہ بھی دس بارہ سال کی عمر میں بڑی آسانی سے قرآن شریف کو حفظ کر لیتے ہیں چنانچہ میرے بھی دو بھائی حافظ ہیں جن میں سے ایک نے تو صرف سات سال کی عمر میں قرآن شریف

چاہیے عن ہشام بن عروۃ . . . ان ابابکر قال لہ ولزید اقعدا علی باب المسجد فمن جاء کما بشاھدین الحفظ والکتاب او انھما یشھدان علی ان ذلک المکتوب کتب من بین یدی رسول اللہ

حفظ کیا تھا اور دوسرے نے آٹھ سال کی عمر میں پس متذکرہ بالا واقعات سے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم انکار کردیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عثمان رضی اللہ نے چند پرانے سنے سنائے نسخوں کو کانٹ چھانٹ کر ایک قرآن شریف تیار کرلیا تھا یہ محض مہاشہ جی کی افترا پردازی اور ژاژ خائی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو اشاعت قرآن شریف کی تھی جیساکہ ایک لمبی اور نہایت ہی معتبر روایت سے ظاہر و باہر ہے جسکو کہ نہ صرف امام بخاری رضؓ جیسے عظیم الشان محدث نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے بلکہ بالاتفاق قریبًا تمام کے تمام اماموں نے اپنی اپنی صحاح میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے حدثنا ابن شہاب ان انس ابن مالک ان حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان وکان یغازی اهل الشام فی فتحة ارمینة واذر بیجان مع اهل العراق فافزع حزیفة اختلافهم فی القرأة فقال لعثمان یا امیر المؤمنین ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصارٰی فارسل عثمان الٰی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیک فارسلت بها حفصة الی عثمان فامر زید بن ثابت وعبد الله بن زبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمٰن بن الحرث بن الحشام فنسخوها فی المصاحف ... حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف ردّ عثمان الصحف الٰی حفظة وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا۔ اسی طرح ایک اور حدیث بخاری کے پہلے سپارے میں موجود ہے مگر طوالت کے خوف سے ہم صرف مندرجہ بالا متفق علیہ حدیث کے ہی ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں ابن شہاب انس ابن مالک رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حذیفہ بن الیمان عثمان کے پاس پہنچے اور وہ ارمینہ اور آذربیجان کے فتح کرنیکے لیے اہل عراق کی مدد سے اہل شام کے ساتھ جنگ کررہا تھا۔ ان لوگوں کے قرآن شریف کے پڑھنے کے اختلاف کی وجہ سے حزیفہ

صلے اللہ علیہ وسلم والمراد انهما یشهدان علی ان ذلک من الوجوه التی نزل بها القرآن و
(قال ابو اسامة) وکان غرضهم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی رسول اللہ صلعم لا من
مجرد الحفظ یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہشام بن عروہ کو حکم دیا کہ تم دو شخص ... دار ...

گھبرائے اور حضرت عثمان رضؓ کو کہنے لگے کہ اے امیر المومنین امت کو بچاؤ۔ قبل اسکے یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح اختلاف کرنے لگ پڑیں پس عثمان نے حفصہ کی طرف کہلا بھیجا کہ مجھے قرآن شریف بھیجو۔ تاکہ میں بہت سے نسخے لکھوا لوں اور پھر تیری طرف واپس بھیجدونگا۔ چنانچہ جب حفصہ رضؓ نے عثمان رضؓ کی طرف قرآن شریف بھیجدیا۔ تو آپ نے زید بن ثابت کو عبد اللہ ابن زبیر سعید ابن العاص اور عبد الرحمن ابن الحرث ابن الہشام کو کہا کہ بہت سے قرآن شریف کے نسخے لکھدو اور اگر تمکو آپس میں اختلاف ہو تو قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ انہی کی زبان میں یہ نازل ہوا تھا۔ جب نسخے لکھے گئے تو عثمان رضؓ نے وہ اصلی نسخہ حفصہ کو واپس بھیجدیا اور باقی نسخے مختلف اطراف میں روانہ کر دیئے بلفظہ۔ ناظرین یہ ہے وہ اصلی تاریخی واقعہ جسکو نظر انداز کر کے آریہ مہاشہ پورے چھہ اکاذیب کا مرتکب ہوا ہے۔

سید ولی اللہ شاہ

سے ذرا بھی نہیں شرماتا۔ افسوس! وہ لکھتے وقت اتنا خیال کر لیتا۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں انصاف پسند پبلک ان افترا پردازیوں سے مطلع ہو کر میری نسبت کیا خیال کرے گی اے آریہ مہاشے! سچ بتا کہ تو اس حدیث کا ترجمہ کرنا کیوں بھول گیا کیا اس لیئے کہ کہیں پبلک پر یہ ظاہر نہ ہو جائے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے صرف حافظانِ قرآن کے قوی حافظوں پر ہی بھروسہ کر کے قرآن شریف یکجا جمع نہیں کیا جب تک کہ آپ نے لکھا ہوا نہ پا لیا۔ اور پھر بھی آپ نے لکھنے کا حکم نہیں دیا۔ یہاں تک کہ دو معتبر آدمیوں سے اس بات کی شہادت نہ لے لی۔ کہ فی الواقعہ وہ صحیفہ یا تختی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھی گئی تھی یا یہ کہ نہیں ترجمہ کو دیکھکر پبلک اس دروغ بیفروغ سے مطلع نہ ہو جائے ورنہ تیری اس ٹیڑھی چال سو دھوکہ دہی کے سوا اسکے اور کیا غرض ہو سکتی ہے۔ منہ

ناظرین! میری طرف سے آریہ مہاشے کو یہ دوسرا چیلنج ہو کہ اگر وہ اپنی بات کا پکا ہے تو آئے مقابل پر میرے دلائل کو توڑ دکھائے اور پھر اپنے دعوے کو پبلک کے سامنے مدلل قوی پیش کرے۔

ادب تاجیست از لطفِ الٰھی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواھی

کیا ہی دلچسپ اور پیارا شعر ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مؤدّب آدمی جس قدر جُھکتا ہے اور اپنی منکسر المزاجی سے پچھلی صف میں یا سب سے نچلی جگہ میں بیٹھنا پسند کرتا ہے اتنا ہی لوگ اُسے سروں پر اٹھا لیتے اور چشموں پر جگہ دیتے ہیں اور بے ادب نامراد جسقدر اپنے تئیں اونچی طرف کھینچتا اور تصنع اور تکلف سے جنٹلمین اور بڑا آدمی بننے کے لیئے کوشش کرتا ہے اسی قدر خائب و خاسر ہو کر منہ کی کھاتا ہے۔ میں اس مضمون کو تین نمبروں میں بیان کرونگا۔ (۱) ادب کی تعریف۔ (۲) ادب کے فائدے (۳) اسکے حاصل ہونیکے ذرائع اور وسائل

(۱)
(تعریف) ادب کے معنے عزت کرنی سلام کرنا تعظیم کرنا قاعدہ طریقہ علم اور آداب فاضلہ عمدہ خصلتیں اور حکمت عملی (یا علم اخلاق) کی چاروں قسموں حکمت شجاعت عفّت عدالت سے بھی مراد ہے ادب ہر شئے کا اندازہ۔ حدنگاہ۔ دانش۔ اچھی روش اور نام ہے ایک علم کا جس کے جاننے سے کسی زبان کے بولنے میں لغزش اور خطا نہیں واقعہ ہوتی اسکی کئی قسمیں ہیں جیسے علم لغت علم صرف علم نحو علم اشتقاق معانی عروض قافیہ علم رسم الخط علم قرض الشعراء علم انشاء وغیرہ وغیرہ زباندانی چنانچہ ادیب ادب دینے والے استاد۔ علم ادب جاننے والے۔ زباندان کو کہتے ہیں میرے اپنے خیال میں عبادت کے سارے اقسام یعنے زبانی بدنی مالی وغیرہ سب کے سب

ادب ہی میں داخل ہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ پوجا پاٹ وغیرہ آداب ہی کے ذیل میں گنے جائینگے۔ اخلاق کی کتابوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ یعنی بول و براز کے آداب سے لیکر کھانے پینے نشست برخاست وغیرہ وغیرہ کے قواعد و ضوابط مندرج ہیں یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عطا فرمائی ہوئی روحانی اور جسمانی گراں بہا نعمتیں جس سے یہ پتلا سرتاپا مرتب اور منقش اور مرصّع ہو رہا ہے یعنے حواسؔ قویٰ جوارح و اعضا کو ہمیں اپنے اپنے محل اور موقع پر استعمال کرنیکا نام ادب ہے حضرتِ انسان خلیفۃ اللہ \ الانسان مراٰۃ الرحمٰن کے پیدائش کی علّت غائی بھی ادب ہی ادب ٹھہرائی جاسکتی ہو اسی لیئے کہا گیا ہے با ادب با نصیب بے ادب۔ بے نصیب اور یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام بڑے سوز و گداز سے دعاہائے سحری و نیم شبی میں حالت وجد و رقص میں رقت قلبی کے ساتھ مثنوی شریف کا یہ شعر پڑھا کرتے ہیں۔ **شعر** از خدا خواہیم توفیق ادب ؂ بے ادب محروم ماند از لطف رب ؂ غرض ادب کی تعریف یا صفت و ثنا کے لیئے میرے پاس لفظ نہیں جن سے اس کی ہمگونگی اور ہیئت اور حیثیت اور کیفیت کا نقشہ یا خاکہ کھینچکر معزز ناظرین کے ذہن نشین کر سکوں اسلیئے اس کوشش بیفائدہ سے منہ پھیر کر اسکے (فائدے) مشتے جو نمونہ خروارے کیطور پر بیان کرتا ہوں۔ ایسے بابرکت اور متیمن اور ضروری صفت سے متّصف ہوئے بغیر تو انسان انسان ہی نہیں کہلا سکتا کیونکہ انسان کو اسی حالت میں انسانیت کا سرٹیفکیٹ حاصل ہو سکتا ہے کہ اس میں ڈو السن ہوں۔ ایک تو اپنے خالق سے جس میں تعظیم لامر اللہ یعنی حقوق اللہ یا بالفاظ دیگر عبادات ہر قسم مجاہدات اور مراقبات و مکاشفات شمار ہو سکتے ہیں۔ دوم مخلوق سے جسکو شفقت علی الخلق اللہ یعنے حقوق العباد کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس میں ہر ایک قسم کی ہمدردیاں اور خیر خواہیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوں اب کون احمق اور بیوقوف ہوگا۔ جیسے اسکے

سر تا سر تمام کمال و نفع ہی نفع اور فائدہ ہی فائدہ ہونے میں کلام ہو یا ذرا بھی تامل ہو فی الحقیقت باادب آدمی اپنے لیئے اور اپنے لواحقین اور متوسلین کے لیئے نری رحمت ہی رحمت اور برکت ہی برکت ہے اور بس اب میں اسکے ذرائع اور وسائل(۳) کی طرف توجہ دلاکر مضمون کو ختم کرتا ہوں سارے ذریعوں اور وسیلوں کی جڑ اور بنیاد تو دعا ہے جو اللہ تعالٰے نے سورۃ فاتحہ کی شکل اور پیرائے میں اپنے خاص بندے پر نازل فرمائی ہے اور نماز میں پانچ چھ وقت کئی کئی دفعہ پڑھنے کی تاکید شدید کی ہے جسکا خلاصہ اور انتخاب یہ ہے۔ کہ پہلے تو تمہید کے طور پر اللہ تعالٰے کے چار صفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت بیان کرے عبادت اور استعانت کو خاص اسی کے لیئے مخصوص کرنا اور پھر صراط مستقیم جسکو ہم بلاخوف تردید ادب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنا پھر منعم علیہ لوگوں کی راہ طلب کرنا جو ایسے باادب تھے کہ سارے جہان کے لوگوں کے لیئے نمونہ اور اسوہ تھے اور دنیا بھر کی تادیب کا بیڑا اٹھا کر آئے تھے پھر ایسے بے ادب اور گستاخ گروہ کے اعمال و افعال سے بچنے کی دعا مانگنا جو اپنے ادب قواعد سکھلانے والے ماموران الہی سے منحرف اور باغی ہو کر مغضوب اور لائق اور مستحق عذاب ٹھہرے اور نیز ایسی بے تمیز جماعت کے کرتوت سے بھی علیحدہ رہنے کی التجا کرنا جنہوں نے اپنے ادب اور ہدایت سکھلانے اور سمجھانے والے مربیوں کی تعلیم اور تادیب کے خلاف انہی کو خالق کی جگہ اپنا معبود اور مطلوب اور محبوب اور مقصود بنا کر ضالین کا خطاب پر عتاب حاصل کیا اب اگر اسکی یہ دعا قبول و منظور ہو گئی تو اسکے لیئے ساری راہیں کشادہ ہیں علم سے تعلیم سے استاد سے پیر سے مرشد سے کتابوں سے سفر میں حضر میں صبح و شام دن دونی رات چوگنی ادب و ہدایت میں ترقی کرتا کرتا دوسرے لوگوں کے لیئے بھی ایک نظیر اور مثال ہو جاویگا ورنہ صرف کتابوں کے پڑھنے اور خشک لفاظی سے سورہ جمعہ والی مثال

کامصداق ہونا پڑیگا۔ جہاں پر اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ پڑھ سنکر عملدرآمد نہیں کرتے انکی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لادی جاویں۔

خرِ عیسےٰ اگر بمکہ رود ۞ چوں بیاید ہنوز خر باشد

اللہ تعالےٰ کے فضل اور توجہ بغیر کوئی یونیورسٹی یا کالج یا سکول مکتب مدرسہ صحبت سنگت وعظ و پند اسکو با ادب نہیں بنا سکتا۔ شعر

صحبت نیکاں نہ گیرد ہر کہ بنیادش بدست ۞ تربیت نا اہل راچوں گردگاں بر گنبدست

برخلاف اسکے اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنیوالے دعاؤں میں لگا رہنے والے کے لیئے ہر ایک چیز موجب ہدایت اور باعث تادیب تادب ہوجاویگی جیسے کہ حضرت لقمان سے کسینے سوال کیا کہ آپ یہ ادب وہدایت کہاں سے سیکھی اور حاصل کی ہے فرمایا بے ادبوں سے۔ نہ گوید از سر بازیچہ حرفے ۞ کزو پندے نگیرد صاحب ہوش وگر صد باب حکمت پیش نادان ۞ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش ۞ ایسے آدمی کیلیئے ناصحانِ مشفق اور خیر خواہانِ صادق کے علاوہ سخت دل سیاہ باطن مخالف اور معاند بھی ادب سکھلانیوالے اور موجب ہدایت ہوجایا کرتے ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ مذہبی تعلیم اگر لازمی کردیجائے اور بجائے رواجی اور رسمی ہونیکے اچھی طرح سمجھ سمجھا کر فہمید گی سے چھوٹی عمر میں ذہن نشین کرنیکا پورا پورا اہتمام اور انتظام کیا جاوے تو کیا تعجب ہے کہ ادب وہدایت کی گم شدہ اور کھوئی ہوئی دولت ہمارے گھروں میں واپس آجاوے۔

گلاب الدین احمدی رہتاسی

قرآن شریف کی صداقت

(نمبر اوّل)

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حضرت مسیح موعود نے اپنی تصانیف میں جہاں قرآن شریف کی اور بیشمار خوبیاں تحریر کی ہیں۔ وہاں سب سے اعلیٰ اور بےنظیر خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن شریف نے جو دعویٰ کیا ہے ساتھ ہی اس دعوے کی دلیل بھی دی ہے اور یہ خوبی قرآن مجید میں ایسی ہے جس سے دنیا کی تمام آسمانی کتابیں محروم ہیں حضرت مرسلِ یزدانی کے اس مقولہ طیبہ کو پڑھکر جب میں نے قرآن کریم میں حسب طاقت وفہم غور و تدبّر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ لاریب قرآن شریف اس صفت علیا سے موصوف ہے اور چونکہ میرے اعتقاد میں حضرت اقدس کے کسی ایک قول کی بھی تائید کرنا ثواب دارین کا موجب ہے۔ اسلئے میں چند آیات قرآنی بطور نمونہ مشتے از نمونہ خروارے ناظرین کے سامنے پیش کر کے قرآن مجید میں اس صداقت عظیم کو دکھلاؤنگا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

آیت نمونہ اول

پارہ الٓمٓ ع ۱۴ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وقالوا اتخذ اللہ ولدًا سبحانہٗ بل لہ ما فی السمٰوٰت والارض کل لہ قانتون ۝ بدیع السمٰوٰت والارض واذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ط

ناظرین یہ پہلی آیت ہے جس کو میں اپنے دعوی میں پیش کرتا ہوں اسکے پہلے حصہ میں تو خدا تعالےٰ نے ایک دعوٰی بیان فرمایا اور باقی حصہ میں اس دعوے کی دلیلیں دیں ہیں اسلیئے پہلے دعوی سناتا ہوں پھر اس کے بعد دلائل درج کرونگا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

دعوٰی | وقالوا اتخذ اللہ ولدًا۔ یعنی یہ نصارٰی کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے لیکن یہ بات واقعہ کے لحاظ سے غلط ہے مسیح ہرگز خدا کا بیٹا نہیں تھا بلکہ وہ خدا کی ایک معمولی مخلوق تھا۔ ناظرین یہ تو ہوا قرآن کا دعوٰی مگر اس دعوی کی اسی ایک آیت میں پانچ دلیلیں بیان کرتا ہے۔

دلیل اول | فرماتا ہے سبحانہٗ۔ (وہ تمام نقصوں سے پاک ہے) اس کلمہ سے عیسائیوں کا دو طرحپر رد کرتا ہے ایک تو اس طرحپر کہ عیسائیوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ یہ تو تم بھی مانتے ہو کہ خدا کی ذات تمام نقصوں اور کمزوریوں سے پاک ہے اور کوئی نقص یا کمزوری اس کو نہیں پہنچ سکتی تو اب تم ہی سوچو کہ خدا کا بیٹا تو وہ ہونا چاہیئے جو خود آپ بھی اپنے باپ کی طرح تمام نقصوں اور کمزوریوں جیسے حدوث تغیر تحلیل احساس والذت اور محدودیت مکانی اور روحانی سے پاک ہو لیکن مسیح جسکو تم خدا کا بیٹا کہتے ہو وہ تو تمام ان کمزوریوں اور نقصوں میں گرفتار تھا جو خدا کی ایک کمزور مخلوق انسان پر وارد ہوتی ہیں تو کسطرح ہو سکتا ہے کہ مسیح جیسا کمزور وجود اس خدا کا بیٹا ہو جو تمام کمزوریوں سے پاک ہے اسجگہ مجھے قرآن شریف اور انجیل کے الفاظ ملانے سے

لطیفہ | ایک لطیفہ معلوم ہوا۔ کہ قرآن میں خدا فرماتا ہے (سبحانہٗ) یعنی خدا تعالیٰ پاک ہے اُدھر انجیل میں مسیح کہتا ہے کہ میں نیک نہیں گویا مسیح نے قرآن کی دلیل کی تصدیق کی کہ میں تو نیک بھی نہیں خدا کا بیٹا کس طرحپر ہو سکتا ہوں پھر اسی کلمہ سے دوسری طرحپر عیسایئوںکا رد کرتا ہے اور فرماتا ہے سبحانہٗ یعنی خدا تمام کمزوریوں اور نقصوں سے پاک ہے اور تم کہتے ہو کہ مسیح اسکا بیٹا ہے حالانکہ بیٹا وہ ہوتا ہے جو باپ کے

اجزا میں کمی ڈالکر نئی صورت سے دوسرا وجود اختیار کرے گو وہ بظاہر نیا وجود ہوتا ہے لیکن وہ صل باپ کے اجزا کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن یہ بھی ایک نقص ہوتا ہے کیونکہ جو اجزا بیٹے میں باپ سے جدا ہو کر آتے ہیں وہ باپ میں ایک نقص پیدا کرتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ تمام نقصوں سے بری ہے تو صاف نتیجہ نکل آتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز ہرگز کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیٹا ہونا باپ میں نقص ثابت کرتا ہے اسلئے کہ بیٹا کہتے ہی اسے ہیں جو اپنے باپ کا ایک حصہ اس سے الگ ہو کر نیا وجود اختیار کرے مگر خدا تعالےٰ احد ہے اور وہ تمام باتوں میں ایک ہے اور تمام نقصوں سے اور ہر قسم کی کمیوں سے پاک ہے تو چونکہ بیٹا ہونا بھی ایک نقص ہے اسلئے لازمًا یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ بیٹا اختیار کرنے سے بھی پاک ہے۔

دلیل دوئم پھر آگے فرماتا ہے بل لہ مافی السمٰوٰت والارض بلکہ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس دوسری دلیل سے عیسائیوں کو اس طرح پر قائل کرتا ہے کہ فطرتًا ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی چیز میری قبضہ میں ہو جسکو وہ اپنی کہہ سکے اور اسے اپنی طرف منسوب کر سکے تم کہہ سکتے ہو کہ خدا کو بیٹے کی اسی لئے خواہش ہے اور اسی لئے اسنے مسیح کو اختیار کیا مگر تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کے قبضہ میں تو سب دنیا و مافیہا کی چیزیں اور سب اسکی اپنی ہیں۔ تو کس طرح اس پاک ذات کو بیٹے کی حاجت ہو سکتی ہے اس کلمہ میں ایک اور دلیل بھی دی ہے جو میرے خیال میں اس سے بھی عمدہ ہے وہ یہ کہ ایک انسان جس کے پاس ایک چیز نہ ہو اور وہ انسان اس چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہو مگر طاقت نہ ہو تو فطرتًا اس انسان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کوئی میرا اپنا قریبی ہو جو میری خواہش کے مطابق اس چیز کو میرے قبضہ میں کردے مگر خدا کہتا ہے بل لہ مافی السمٰوٰت و مافی الارض یعنی کہ اس صورت سے بھی مجھے بیٹے کی

ضرورت نہیں کیونکہ تمام زمین و آسمان کی اشیاء سب کی سب میری اپنے ہیں۔ پھر جب کوئی شے بھی ایسی نہیں جو میرے قبضہ میں نہ ہو تو پھر کونسا اقتضاء ہے جو مجھے بیٹے کے پیدا کرنے پر مجبور کرے۔

تیسری دلیل پھر فرماتا ہو کل لہ قانتون ط (ہر شئی اسکی فرمانبردار ہی) اس دلیل کو عیسائیوں کے سامنے اس طرح پیش کرتا ہو کہ انسان کو دشمنوں سے بچانے اور اس کے اعداء سے محفوظ رکھنے کے لیئے یا اسکے نافرمان نوکروں کے سیدھا کرنے کے لیئے کسی اپنے ہم جنس کی ضرورت ہوتی ہے ہو سکتا کہ خدا نے ایسے موقعوں کے لئے بیٹے کو اختیار کیا ہو مگر یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ جتنی چیزیں موجود ہیں وہ سب کی سب اسکی فرمانبردار ہیں اور کوئی ایک چیز بھی اسکے مقابلہ میں شوخ اور سرکش نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سب موجودات اس کی مطیع ہیں اور نافرمانی کا خوف ہی نہیں تو پھر اسے بیٹے کی پیدائش کی کیا ضرورت ہے پس اس طرح پر بھی ثابت ہوا کہ مسیح خدا کا بیٹا نہیں۔

دلیل چہارم پھر فرماتا ہے بدیع السمٰوٰت والارض (پیدا کرنیوالا ہو آسمانوں کا اور زمینوں کا) اس دلیل کو اس طرح پر واضح کیا ہے کہ انسان ایک چیز بنانا چاہتا ہے مگر بعض دفعہ اسکو درست نہیں بنا سکتا یا اس کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ تو سے کسی ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو اسکے کاموں کی درستگی اور تکمیل کر سکے۔ جیسا کہ فارسی کی مثل ہے۔

یعنی باپ ایک کام مکمل نہیں کر سکا تو بیٹا کر لیگا۔ مگر خدا کی ذات اس نقص سے بھی پاک ہے کیونکہ وہ تو اپنے تمام کاموں میں یعنی آسمان سے لیکر زمین تک کی صنعتوں کا خود ہی مکمل کرنیوالا ہے تو اسے بیٹے یا کسی اور مددگار کی ضرورت کیوں پڑنے لگی۔ وہ تو خود بدیع سمٰوٰت اور بدیع ارض ہے۔

دلیل پنجم پھر فرماتا ہو واذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون ط اس دلیل کو

عیسائیوں پر اس طریق سے حجت بناتا ہے کہ ایک شخص ساری کام نہیں کرسکتا۔ بلکہ ہر کام بہت سے شخص ملکر کرتے ہیں ایک شخص تجویز کرتا ہے ایک حکم دیتا ہے ایک اس حکم کو اجرا کرتا ہے دنیا کی سلطنتوں اور حکومتوں میں بھی یہی طریق جاری ہے بادشاہ کا کام ہے حکم دینا مگر اس حکم کا اجرا وہ خود نہیں کرسکتا بلکہ اسکے بیٹے یا اور بڑے بڑے عمائد اور ارکین درجہ بدرجہ کرتے ہیں کیونکہ تمام کام ایک انسان کے ضبط کمال سے باہر میں اسلیئے حکموں کے اجرا کے لیئے مددگاروں کی ضرورت پڑتی ہے تم کہہ سکتے ہو کہ اسی غرض کے لیئے خدا نے بیٹے کو اختیار کیا ہے مگر یہ بات بھی غلط ٹھہرتی ہے کیونکہ جتنے کاموں کے متعلق وہ حکم دیتا ہے۔ انکا اجرا بھی اسی کی طاقت سے بغیر کسی کی مدد کے انجام پذیر ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسا قادر ہے کہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اس کی مرضی کافی ہوتی ہے اور وہ کام اسکے کلمہ کن کہنے سے ہوجاتا ہے اور اسکے احکام کے اجرا کے لیئے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ تو پھر کونسی ضرورت ہے یا ایسا کونسا اقتضا رہو سکتا ہو جو رب العالمین کو بیٹے کے اختیار پر مجبور کرسکے (کلا بل ھو لا الٰہ الا ھو) (میر از قادیان)

ریویو

جری اللہ فی حلل الانبیاء امام الوقت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف براہین احمدیہ جلد پنجم میں سی ایک اعلیٰ اور افضل نظم جس میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں محمد یٰسین و محمد یمین سہارنپوری نے عمدہ سفید موٹے سفید کاغذ پر خوشخط چھپوا کر بصورت کتاب شائع کیا ہے قیمت فی جلد ۱؍ اور ۲۰ جلد کا ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ قادیان دارالامان محمد یٰسین و محمد یمین تاجران کتب

دین کو دنیا پر مقدّم کرو

اندنوں بدیوں کا جسقدر زور ہے اور مخالفین اسلام جو جو کارروائیاں اسلام کے نابود کر دینے کے لیئے کر رہے ہیں وہ ظاہر ہی ہیں کوئی وقت خالی نہیں جاتا۔ کہ جس میں دشمنانِ اسلام اسلام پر حملہ نکر رہے ہوں ایک تو مسیحت کا غلبہ دوسرے آریہ مذہب کا جوش تیسرے فلسفہ اور سائینس کا چرچا اور چوتھے مسلمانوں کی اپنے مذہب سے لاعلمی یہ ایسے روگ ہیں کہ جنکا علاج سوائے رحمت الٰہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا اگر مسلمان مذہب سے واقف ہوتے تو یہ بیرونی حملہ چند دنوں میں ہی رائی کائی ہو جاتے لیکن سب سے زیادہ افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمان خود اپنے مذہب سے واقف نہیں کیونکہ جب اسلام جیسا کہ ہم یقین رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر اس میں کسی قسم کا نقص کیونکر ہو سکتا ہے پس اگر کہیں بھی دشمنانِ دین سے ہمکو شرمندگی اٹھانی پڑے (خدانخواستہ) تو یہ ہماری ہی سمجھو نکا قصور ہے نہ کہ اسلام کا اور دشمن بھی تبھی جوش سے حملہ کر رہا ہے جب اُسے ہماری کمزوریکا یقین ہو گیا ہے۔

پس سب سے بڑا نقص جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ انہوں نے کلام اللہ اور کلام الرسول کو چھوڑ دیا۔ اور دیگر لغویات میں پڑ گئے جسکی وجہ سے انکے اعتقاد بگڑ گئے اور اعمال و اقوال خراب ہو گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود نے اس نقص کو دور کیا اور لاکھوں کی ایک جماعت قائم کر دی جو خدا کے فضل سے قرآن شریف سے سچّا اخلاص رکھتے ہیں اور رسول اللہ

کی بات بات پر قربان ہونیکے لیئے تیار ہیں وہ اسلام کے شیدا اور سچائی کے فدائی ہیں اور نور ایمان بہت سے میدانوں میں انکی رہنمائی کرتا ہے۔

اس جماعت کو صراط مستقیم پر ثابت کرنیکے لئے حضرت صاحب نے بہت سی تجاویز پر عمل کیا اور ہر ایک تجویز اپنے اپنے رنگ میں ایسی مفید ثابت ہوئی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے چنانچہ سب سے آخر میں آپ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ہماری جماعت میں علماء کی بڑی ضرورت ہے جو کہ جماعت میں اسلام کے سچے اصولوں کی تعلیم دیں اور لوگونکو وعظ و نصیحت سے خدا کے فضل و کرم سے بھٹکنے نہ دیں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسکا مقصد دینیات کی تعلیم دینا تھا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے پسند فرمایا کہ آپ کی یادگار کے طور پر اس مدرسہ کو بڑے پیمانہ پر قائم کیا جائے اور اس میں ایسے علماء پیدا کرنیکی کوشش کیجائے جو موجودہ ضروریات کو پورا کرنیکے لیئے اچھی طرح سے قابل ہوں چنانچہ اس مدرسہ کا نام مدرسہ احمدیہ رکھا گیا اور اسوقت سے اسکے مفید اور کارآمد بنانیکی متواتر کوشش چلی آرہی ہے لیکن وہی فساد جسے دور کرنیکے لئے اس مدرسہ کے قائم کرنیکی ضرورت پڑی تھی اس کے سدراہ ہوا۔ یعنی لوگونکا دنیا کی طرف بڑھتا ہوا میلان چنانچہ ابتک سوائے چند ایک طالبعلموں کے باقی کل کے کل وہی طالب العلم ہیں جنکو وظیفہ کے زور سے اس مدرسہ میں داخل کیا گیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ باوجود حضرت اقدس کی یادگار ہونیکے اس مدرسہ کی طرف احباب نے بہت کم توجہ کی ہے ورنہ چار لاکھ کی جماعت میں سے سو ڈیڑھ سو لڑکا ابنکل آنا کیا مشکل تھا جو اپنے خرچ پر دین کے لیئے تعلیم پاتا۔ قرآن شریف میں صریح حکم ہے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر اور پھر فرمایا۔ کہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ ط فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم

اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون ط ہیں بموجب ان آیات کے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ جو اپنی زندگی کا ایک حصہ دین کے حاصل کرنے میں لگادیں اور پھر خواہ یہ لوگ تبلیغ دین پر ہی لگجائیں اور خواہ دوسرے کام بھی کرتے رہیں اور تبلیغ دین میں بھی مشغول رہیں اور ہماری جماعت کا تو ایسے علماء کا گروہ پیدا کرنا فرض مقدم ہی کیونکہ انھوں نے بیعت کرتے وقت عہد کیا ہوا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اب ایک طرف دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں اور ترقیات کا سلسلہ نظر آتا ہے اور دوسری طرف یہ شان و شوکت نظر نہیں آتی۔ پس یہی موقعہ ہے کہ صادقوں کا صدق آزمایا جائے اور متقیوں کے اتقاء کی آزمائش کیجائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ احباب ضرور اس کام کو پورا کرتے رہینگے جن لوگوں نے اپنے پیرائے کو چھوڑ کر اور طرح طرح کے دکھ اٹھا کر بھی سچے راستہ کو نہیں چھوڑا اور صراط مستقیم پر قائم رہے اُنپر یہ گمان کب ہو سکتا ہے کہ وہ اس کار ثواب کے پورا کرنے میں قاصر رہینگے اور ابتک جو کچھ سستی ہوئی ہے اس میں صرف احباب کا ہی قصور نہیں بلکہ مجھے ماننا پڑتا ہے کہ خود ہمارا بھی قصور ہے کیونکہ جب لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ہمارا فرض تھا کہ ہمکو ان کو اس طرف متوجہ کرتے اور اگر پھر بھی وہ متوجہ نہ ہوتے تو بیشک انپر الزام آتا۔ مگر گزشتہ را صلواۃ کے مقدمہ پر عمل کرتے ہوئے میں احباب کو اس طرف توجہ دلانے کی جرأت کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف مال سے بلکہ اولاد سے اس سلسلہ میں مدد دیں اور جنکو خدا نے دو یا تین لڑکے دیئے ہیں وہ اللہ کے راہ میں ایک لڑکا دیدیں جو مدرسہ احمدیہ میں تعلیم دینی حاصل کرے اور خدا چاہے تو ہزاروں لاکھوں کو راہِ ہدایت دکھلا کر اپنے اور اپنے والدین کے لیئے خدا تعالےٰ کے حضور اجر کا مستحق ٹھہرے یاد رکھو کہ جو خدا کے لیئے ایک دانہ بھی خرچ کرتا ہے خدا تعالےٰ اُسے بڑھاتا ہے اور اتنا بڑھاتا ہے کہ کسیکو اسکی امید بھی نہیں ہوتی۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ

لہٗ اضعافاً کثیراً ؕ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک بیٹا قربان کرنیکا ارادہ کیا تھا انکو اسکے بدلہ میں اتنی اولاد کا وعدہ دیا گیا کہ آسمان کے ستاروں کی طرح جسکا شمار نہ ہو سکے اسی طرح حضرت اسماعیل نے اپنی زندگی خدا کے راہ میں قربان کر دینے کا ارادہ کیا تھا جس کے بدلہ میں انکو یہ رتبہ ملا۔ کہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہو کہ جسکی راہ میں مرنے والوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ؕ

پس یہ گمان مت کرو کہ تمہاری قربانیاں یا خدمتیں ضائع جائینگی اسکے بدلہ میں جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے انعام مقرر کیا ہے وہ یہ ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یہ مت سمجھو کہ عربی یا دینیات کی تعلیم میں دنیاوی نفع نہیں رزق اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اسوقت تمام دنیا کی اصلاح کے لیے جس شخص کو خدا تعالیٰ نے چنا وہ انگریزی نہیں جانتا تھا نہ اسکا خلیفہ اس زبان سے واقف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے انسان کی کوششوں سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ قل للّٰہ العزۃ جمیعاً ؕ

غرضیکہ نہ یہی کہ ہماری موجودہ حالت ایک علماء کے گروہ کی ضرورت محسوس کرتی ہے اور یہ کہ حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ ہم میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو دین سے بکلی واقف ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیئے یہ وقت خدمت کا ہے جو ثواب کمانا چاہے کما لے ورنہ وہ دن آتے ہیں کہ جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہونگی۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں اپنا مال و اسباب اپنی جان اور اپنی اولاد خدا کی راہ میں پیش کرینگے لیکن آجکل کی خدمت کرنیوالوں کی نسبت وہ درجہ میں بہت کم ہونگے ؕ

میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد احباب اپنے لڑکوں کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لیے بھیجینگے اور خدا تعالےٰ کے حضور ثواب کے مستحق ٹھہرینگے جن احباب کو کوئی بات دریافت کرنی ہو وہ مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں +

(خاکسار مرزا محمود احمد)

اِلَا بِذِکرِ اللّٰہِ تَطمَئِنُّ القُلُوبُ

خبردار! اللہ تعالےٰ کے ذکر میں ہی اصلی طمانیت قلوب ہے

دنیا کی روزمرہ تاریخ پر ایک عمیق نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک جاندار نے جو اپنے تیئں محنت اور مشقت میں ڈالا ہوا ہے تو ساتھ ہی ایک ایسے نتیجہ کا بھی منتظر ہے جو اسکی راحت اور سکھ کا موجب ہو ایک چیونٹی ہی کو دیکھیے کہ قبل اسکے کہ موسم سرما شروع ہو اُسے اپنی خوراک کے جمع کرنے کی فکر پڑجاتی ہو اور پھر وہ اس کام کو ایسے جوش اور سرگرمی سے کرتی ہے کہ بیچاری کو اپنی ننھی جان کا بھی خیال نہیں رہتا بڑے دور فاصلے سے اپنے سے دو گنے بوجھ کو اٹھائے ہوئے اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے اپنے محفوظ گھر کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہے اسی دُھن میں دن بھر آتے۔ اُنکی مشقت وہ اپنی ننھی سی جان پر سہتی اور اپنے اس سرمایہ کو فراہم کرتی ہے جو بالآخر موسم سرما میں اُسکی آرام اور راحت کا موجب ہوتا ہوا ہے ایک کسان کو اسی طرح دیکھیے کہ سخت کڑاکے کی دھوپ میں ننگے سر ننگے بدن اور ننگے پاؤں اکیلا کھیت میں وہ وہ محنت کشیاں جھیلتا ہے کہ جنکا تصور میں لاکر ہیرے جیسے انسان کا بدن لرزتا ہے سخت گرمیوں میں عین اسوقت جب کہ آگ کی طرح گرم سورج سر پر ہوتا ہو

اور گرم لوؤں کے لپیٹے منہ بدن کو جھلس دیتے ہیں اور زمین بھی نیچے تانبے کی طرح تپی ہوئی ہوتی ہے۔ دیکھو کہ ایک آدم زاد سر سے لیکر ٹخنوں تک پسینے میں غرق ننگا جھری دار بدن گرمی کی تپش میں جھلسا ہؤا چہرہ زرد اور غبار آلودہ آنکھیں پیلی ایک ہاتھ میں ہل دوسرے ہاتھ سونٹا غرضیکہ ایک عجیب قابل رحم حالت میں بیچارا کھیت کی اونچ نیچ میں ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتے ہوئے دن بھر سرگردانی کرتا اور خاک اڑاتا ہے لیکن کیا یہ خواری اُسنے یونہی اپنے لیے پسند کی ہوئی ہے نہیں بلکہ وہ اسکے ساتھ ہی ایک ایسے نتیجے کا بھی امیدوار ہے جو کہ انجام کار اسکے لیئے آرام و راحت کا موجب ہوگا ورنہ اگر ان عرق ریزیوں اور محنت کشیوں کا نتیجہ سوائے اس دُکھ اور مصیبت کے اور کچھ نہ ہوتا تو کسلیے وہ مفت اپنی جان پر مصیبتوں اور مشقّتوں کا جوا رکھتا الغرض ہر ایک جو کوئی نہ کوئی مشقّت اور محنت کر رہا ہے تو ساتھ ہی وہ فطرتاً اور طبعاً یہ چاہتا ہے۔ کہ جس کام کے لیئے اسنے محنت اور مشقّت برداشت کی ہے وہ کام عین مقصود کے مطابق پورا ہو کر اسکے سکھ اور راحت کا موجب ہو یعنے ہر ایک کی محنت کی انتہائی غرض یہ ہے کہ انجام میں اسے راحت اور سکھ ملے۔

اس انتہائی غرض کے حصول کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف اسباب تنعّم لوگوں کی کوششوں سے مہیّا ہوتے رہے ہیں لیکن آج اس ہمارے زمانہ میں قریباً تمام دنیا کی توجہ ان اسباب کے پیدا کرنیکے لیئے اس انداز سے جھک گئی ہے کہ آخرت کا خیال کرنا ایک جنون سمجھا گیا ہے بلکہ یہانتک تعلیم دیجاتی ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں ایسی سرگرمی اور جوش سے مشغول رہے ہو کہ موت کا خیال بھی نہ آئے تا ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ خیال بھی تمہاری توجہ کو کمزور کر دے اس یکطرفہ توجہ کی زبردست اثر سے وہ وہ آرام اور راحت کے

ساز و سامان پیدا ہو گئے کہ جن کی نظیر پہلے زمانوں میں مفقود ہے اگر میں اُن اسباب تنعم کو تصور میں لانیکی کوشش کروں تو شاید ہی ممکن ہو چہ جائیکہ انکو حیطۂ قلم میں لا کر انکی اصلیت کا فوٹو کھینچ سکے۔ بفرضِ محال اگر اُن گوناگوں اسباب کو میں بیان بھی کر دوں تو مجملاً طور پر انکا خلاصہ یہی ہو گا کہ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ط اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ط (لوگوں کے لیئے شہوات نفسانی مزین کیگئی ہیں مثلاً بی بی بیٹوں سونے چاندی کے بڑے ڈھیروں عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیت کے ساتھ انہیں ایک خاص دلبستگی ہے یہی دنیا کی حیاتی کا ساز و سامان ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک تو بہترین ٹھکانہ ہے جان لو کہ یہ ورلی زندگی محض حقیقت اور غافل کر دینے والی ہے یہ سوائے زینت اور آپس میں ایکدوسرے پر بڑائی کرنے مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانیکے اور کچھ نہیں ہے۔

یعنی خلاصہ اس دنیاوی ساز و سامان کا کہ جو لوگوں کے نزدیک باعث راحت اور سکھ ہیں صرف یہی ہے کہ مال بہت ہاتھ لگجائے لوگوں میں بڑائی اور عزت حاصل ہو جائے خوبصورت بی بی سامنے ہو اور پھر اولاد بھی جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے پیدا ہو جائے الغرض ہر ایک قسم کی زینت کا سامان میسّر آجائے اور بس دوستو! یہ ہے خلاصہ ان نعمائے دنیا کا کہ جو ایک دنیادار کی نظر میں موجب راحت و سکھ ہو جاتے ہیں اور جس کے حاصل کرنے کے لیئے ایک دنیادار تن من دھن قربان کرنیکو طیار ہو جاتا ہے مگر سوال پھر وہی رہتا ہے کہ آیا فی الواقعہ حقیقی سکھ اور طمانیت ان متذکرہ بالا سامان کے حاصل

کر نیسے میسّر آجاتا ہے اگر سچ مچ یہ سامان باعث حقیقی راحت اور سکھ ہیں تو پھر دنیا۔
ہیں سب سے زیادہ مطمئن اور آرام یافتہ وہ لوگ ہونے چاہئیں جنہوں نے جان جوکھوں
میں ڈالکر ان اسباب تنعّم کو حاصل کیا ہوا ہوتا ہے مگر نہیں سچ پوچھو تو یہی لوگ
زیادہ زنجیروں اور پھندوں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں یہ ان پھوڑوں سے
مشابہ ہیں جو اوپر سے تو صاف اور شفاف دکھائی دیتے ہیں اور اندر پیپ بھری
ہوئی ہوتی ہے ذرا ٹھیس لگی نہیں کہ بہنی شروع ہوگئی اور طرح طرح کی موہومہ
مصیبتوں کا خوف اونکے دلونکو پہلے ہی دھڑکا لگائے رکھتا ہے مثلاً اوّل
وہ مال ہی انکے لیئے وبال جان ہوجاتا ہے جس کی خاطر انہیں طرح طرح کی مشقتیں
اور مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں اور جس کیخاطر انکی محجوبہ فطرت سے نہایت ہی ذلیل اور
کمینہ پن کی حرکتیں صادر ہوجاتی ہیں اور جس کو وہ بعض اوقات دغا اور فریب
اور ناجائز طریقوں سے حاصل کرتے ہیں اور جس پر کہ وہ اپنی خوشی اور خوشحالی کا
سارا دارومدار سمجھے ہوئے ہوتے ہیں افسوس کہ دنیا مال کی محبّت میں اندھی ہو
رہی ہے اس مال کی خاطر جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا جائز۔ فریب اور دغا
دینا جائز۔ چوری کرنا اور نقب لگانا جائز۔ رشوت کھانا جائز۔ لوٹنا اور سود
سے پیٹ بھرنا جائز۔ زنا کروانا جائز۔ ماں بہنوں کا بیچنا جائز۔ غرضیکہ ہر ایک ناجائز
اور خبیث کام کرنا اس ایک قاضی الحاجات کے خاطر جائز ہے ایسا مال موجب
راحت ہوا یا موجب وبال جان ان دنوں تو ہم اکثر یہی دیکھتے ہیں کہ اس مال کی
خاطر نہ عزّت کی پرواہ کیجاتی ہے اور نہ پاک کانشنس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔
فطرتوں سے غیرت اسکی خاطر معدوم ہوگئی ہے جس کے پاس زیادہ مال و دولت
ہے اسی کا سینہ بخل اور حسد سے جلا ہوا ہے۔ اسبات کو گوارہ تک نہیں کیا جاتا
کہ دوسرا ابھی اسکے سامنے آرام سے دو چار لقمے کھالے اگر کسی کا نصیب یاور

ہو بھی جائے تو حسد اور بغض کی آگ اُسی کو جلائے رکھتی ہے اور وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے کہ کیوں دوسرا اسکے سامنے آرام سے خدا داد رزق کھاتا ہے ذرا مصیبت زدہ حال میں کسی کو دیکھا فوراً سوچنے لگتا ہے کہ شکر ہے ہمارا محتاج تو ہو گا۔ دوستو! ایسا مال تو زندگی ہی میں جہنم ہو جاتا ہے خاصکر جبکہ ضائع ہو جائے کیونکہ بمشقت حاصل شدہ شے بہت عزیز ہوتی ہے اور پھر یہ مال تو دل و جان سے بھی زیادہ پیارا ہوتا ہے اسکا ضائع ہو جانا تو اس شخص کی آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہو جاتی ہے جو اپنے مال کو قاضی الحاجات سمجھے ہوتا ہو مالک الملک کی قبولیت اور رزاقیت پر ایمان تو ہوتا نہیں لہٰذا قاضی الحاجات کا ضائع ہونا گویا سارے گھر بار کی بربادی ہے اطمینان ہو تو کیسے ہو افسوس کہ اندھی دنیا اسے قاضی الحاجات سمجھے ہوئے ہے جو بدتر سے بدتر کام کے لیے فطرت انسانی کو ذلیل کراتا ہے میں نے تو بارہا یہی مشاہدہ کیا ہے کہ جوں جوں انسان کی حرص مال کے لیے اپنا دامن پھیلاتی ہے توں توں اسکی حاجتیں بھی بڑھتی جاتی ہیں اور حقیقت میں یہی درست ہے کہ مال کی زیادتی ساتھ ہی حاجتوں کو بھی بڑھا دیتی ہے تو بتاؤ یہ مال قاضی الحاجات خاک کا ہوا۔ اگر کسی نے چند روز آرام سے اس مال سے فائدہ بھی اُٹھا لیا تو دوسرے ساتھیوں سے بڑھکر کونسا کام کیا قسام ازل نے تو ہر ایک کا حصہ مقرر کر ہی دیا ہے اور موت بھی برابر تاک لگائے رکھتی ہے اور آج کا کھایا کل کو کب کام آتا ہے بلکہ یاد تک بھی نہیں رہتا تو پھر جدائی اور مفارقت کے وقت یہ مال موجب حسرت اور رنج کسکے لیے ہو گا۔ اُسکے لیے کہ جسنے اسکے حاصل کرنے میں بڑی بڑی دقتیں اٹھائی تھیں اسی کے لیے جسکی جھولیاں اس سے بھری ہوئی تھیں اور جس کی خوشحالی کا دار و مدار صرف یہی تھا اور جسکو کہ اسکی جدائی کا ہمیشہ کھٹکا رہتا تھا مگر دیکھو کہ آخر اسکا نتیجہ کیا ہوا۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ اور کونسی ناکامیابی کی زندگی ہو گی کہ جسکا مدعا یہ مال ہو آہ! یہ انسانی وجود جو کہ سینکڑوں چکروں کے بعد طیار ہوا ہے اسکا مدعا اس مال فانی

کی محبت ہونی چاہیئے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں گیا یہ بات رنج دہ نہیں۔ کہ یہ پاک انسانی فطرت جس کی خاطر تمام نظام عالم ایک خدمت بجالا رہا ہے ان فانی زینتوں اور جھوٹی محبتوں کے آگے سجدہ کرے۔

میں اپنے دل کے ولولوں اور جوشوں کو کن الفاظ میں بیان کروں زبان تو گونگ تھی ہی مگر آج رات قلم بھی جواب دیتی معلوم ہوتی ہے میرے دوستو! یہ مال ہرگز قاضی الحاجات نہیں یہ بیوی اور بچوں کی محبت بھی زوال پذیر ہے یہ تو دنیا میں ہی مصائب میں کام نہیں آسکتے بلکہ الٹے حسرت کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ روتے اور چلاتے ہی رہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یا یہی تمکو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور تم انکی خاطر ہاتھ پیر مارتے رہجاتے ہو قاضی الحاجات کی جھنکار تمہارے کانوں کے پردوں میں ہی غائب ہو جاتی ہیں اور تمہاری حاجتیں ویسی کی ویسی ہی رہجاتی ہیں یہ دنیا کی زینتیں دنیا ہی میں رہتی ہیں انپر فریفتہ ہونیوالا دل بصد حسرت خاک کے اندر نہاں ہو جاتا ہے محبوبہ بیوی کی محبت بال بچوں کی محبت مال کی محبت یہ سب کے سب زور لگا کر تمہیں اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں کہ اچانک موت کا پنجہ ان سب کشیدگیوں کو توڑ ڈالتا ہے۔ خویش و اقارب کی پیاری پیاری نگاہیں نہیں چاہتیں کہ تم ایسی بے بسی و بیکسی کیحالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ اور تم بھی انکو محبت بھری نظروں سے دیکھنے کی کوشش میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بیفائدہ خیال کرتے ہو نہیں نہیں یہ معدومیت تو وہم ہے خواب ہے ہیں ہیں یہ کیا ہوتا جاتا ہے ہائے یہ مزین خاکہ کیوں مٹا جاتا ہے میری بیوی کی ناز برداریاں کون سہیگا میری اولاد کا نگہبان اور رکھوالا کون ہوگا میرے مال و ملکیت کا وارث کون بنیگا اسی یاس کی حالت میں موت اپنا کام تمام کئے دیتی ہے یہ ہر روز کا مشاہدہ ہے کوئی وہمی ملمع سازیاں نہیں میرے دوستو! یقیناً سمجھو کہ یہ وجاہت اور عزت جو دنیا میں تم پیدا کر کے اپنی راحت اور سکھ کا موجب سمجھتے ہو۔ یہ حقیقی وجاہت

اور عزت نہیں بہلا بادشاہ سے کس کی زیادہ وجاہت اور عزت دنیا میں ہوگی مگر تم ہی اپنے دلوں میں ٹٹول کر دیکھو کیا حقیقتاً ایسی ہی وجاہت اور عزت اسکی تمہارے دلوں میں ہی موجود ہے جسکو کہ تم ظاہر کرتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دل بہت تھوڑے ہیں پس ایسا ہی سمجھو کہ جن کے سامنے تم اپنے آپکو معزز سمجھکر اپنی غرور کی گردن بلند کرتے ہو وہی تمکو ذلیل اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں بسا اوقات ہمنے ایسے لوگوںکو کثرت سے دیکھا ہے کہ جن لوگوںکے سامنے ایک وقت وہ نہایت ادب سے نیچی نگاہیں کئے ہوئے دست بستہ کھڑے حاضر جناب حاضر جناب کی آوازیں دبی زبان سے نکالتے ہیں وہی ان لوگوںکو دوسرے وقت میں نہایت گستاخانہ کلام سے یاد کرتے ہیں اور ان کی جہالتوں پر ہنسی اور مضحکہ اڑاتے ہیں اسکی وجہ کیا ہے صرف یہی کہ انہیں حقیقی عزت اور وجاہت حاصل نہیں ہوتی حقیقی عزت تو وہ ہے جو دلوں میں دھنس جائے میرے دوستو! ان خزانوں اور بڑے بڑے ملکوں کے مالک ہوجانا اور تمام قسم کی زینتوں سے اپنے آپکو مزیّن کرلینا یہ حقیقی عزت اور وجاہت پیدا نہیں کرسکتیں کیونکہ یہ سب اشیاء افل اور زوال پذیر ہیں اور نتیجہ انکا بھی حسرت اور مایوسی ہے حقیقی راحت اور طمانیت حاصل کرنیکے لیئے ایک ہی آواز کو سنو اور دل سے قبول کرو اور وہ آواز اس مالک الملک اور علیم کل کی ہے جو بایں الفاظ لوگوں کو خبر دیتا ہے۔ اَلا بِذِکرِ اللہِ تَطمَئِنُّ القُلُوبُ ط یعنے اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اصل طمانیت میسّر آجاتی ہے۔

یہ اسباب تنعم جو دنیا نے موجب راحت تجویز کیے ہیں ان سے ہمنے حقیقی سکھ تو کبھی ملتے نہ دیکھا نہ سنا اور نہ ہی یہ فی الواقعہ حقیقی سکھ اور طمانیت قلب کے باعث ہوسکتے ہیں ہاں اَلا بِذِکرِ اللہِ تَطمَئِنُّ القُلُوبُ کی شہادتیں ہمنے نہ صرف گزشتہ تواریخ کے اوراق میں پڑھیں اور اپنے بزرگوں سے قصے کہانیوں کے پیرایوں

میں سنیں بلکہ آج اس زمانہ میں الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ؕ کی شہادت ہم بچشم خود ملاحظہ کر رہی ہیں اور اسی لیئے مجھے ان چند سطروں کے لکھنے کا جوش پیدا ہوا ہے ہم سنا کرتے تھے کہ پچھلے زمانوں میں ایسی پاک روحیں بھی گزری ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کی یاد میں اپنے تمام آرام اور سرور کو کھو دیا تھا اسی ایک محبوب کے فراق میں دیوانہ وار تمام خویش و اقارب سے منہ پھیر گھر بار چھوڑ بیابانوں اور جنگلوں میں جا ڈیرا لایا اور اس دلفریب دنیا کے دلکش نظاروں سے دامن چھڑا کر زاویہ گمنامی اختیار کیا اسی واحد یگانہ کی محبت اور تڑپ میں انہیں صحرا نوردی اور اپنی جان تک کی بھی قربانی کرنی پڑی اور انھوں نے بڑی دلیری سے اس واحد یگانہ کی خاطر یہ سب کچھ کیا اور آخر وہ محبوب جب انہیں ملا تو اس طرح کہ جسطرح کئی سالوں کے دو بچھڑے ہوئے یار اور یہ بھی سنا کرتے تھے کہ اس حقیقی یار نے انہیں روٹھے ہوؤں کی طرح منا کر وہ سب کچھ واپس بھی دیدیا جو انہوں نے اسکے نہ ملنے کیوجہ سے فرط اضطرار میں پھینکدیا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ سنی سنائی کہانی ہمنے فی الواقعہ مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں بچشم خود بھی دیکھ لی وہ حقیقی معبود اس پاک وجود کیسا تھ زاویہ گمنامی میں بولا کیا کہ تمام دنیا کو اسکی تعریف میں بلوا دیا ایک تو وہ وقت تھا کہ یہ پاک وجود اپنے حقیقی معبود کے سوز و فراق میں سر بسجود ڈالے ہوئے اپنی ناتوانی اور کم مایگی یاد کر کے روتا اور چلاتا ہوگا پھر وہ وقت آیا۔ کہ اس محبوب حقیقی کی آواز کان میں بایں الفاظ پڑی یا عبد القادر انی معک تحرست لک بیدی رحمتی و قدرتی انجیناک من الغم و فتناک فتونا انا ابدک اللازم انا محییک نفخت فیک من لدنی روح الصدق والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علیٰ عینی بورکت یا احمد و کان ما بارک اللہ فیک حقاً فیک شانک عجیب و اجرک قریب الارض و السماء

کما ھو معی کل برکۃ من محمد صلے اللہ علیہ وسلم (تذکرہ صفحہ ۱۰۶۔ براہین احمدیہ) یعنی اے عبد القادر میں تیرے ساتھ ہوں مینے تیرے لیئے اپنی رحمت اور قدرت کا درخت لگایا۔ اور ہمنے تجھکو ہر ایک غم سے نجات دیدی۔ ہم نے تجھکو خوب آزما آزما کر دیکھا اور تیری استقامت کو جانچا اب میں ہی تیرا لازمی چارا ہوں اور میں ہی تیرے دردونکا علاج ہوں اور میں ہی ہوں جسنے تجھے زندہ کیا مینے اپنی طرف سے صدق کی روح تجھ میں پھونکدی اور اپنی طرف سے تجھپر محبت ڈالدی مینے ایسا اسلیئے کیا کہ تا تو میری آنکھوں کے سامنے پرورش پائے اور میرے روبرو تیرا نشوونما ہو اے احمد تجھے برکت دیگئی۔ اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا۔ تیری شان عجیب ہے اور تیرا اجر قریب ہے اور زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں۔

میرے آقا مہدی مسعود کے وجد کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ جسوقت یہ محبت بھرے الفاظ کان میں گونجے اور دل میں جاں گزیں ہوئے دوجہان کے بادشاہ کا تسلی سے بھرا ہوا مکالمہ کیا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کے مفہوم کی تفسیر نہیں کرتا۔ دنیا کے ایک بادشاہ کی محبت آمیز گفتگو کیا حقیقت رکھتی ہے وہ بچارا تو اپنی بے ثباتی پر روتا ہے کسی اور کو کیا تسلی دے سکیگا دوستو! مالک الاملاک کے محبت بھرے کلمات تسلی آمیز الفاظ اور برکتوں کے وعدے کسکی خاطر تھے اس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جو تیرہ سو سال ہوئے کہ اپنے حقیقی معبود کی محبت میں مرمٹا تھا حقیقی دوستانہ تعلق یہ ہوتا ہے جو مرورِ دہور سے بھی نہ مٹ سکے اس دنیا کے تعلقات تو تم نے دیکھ لیئے کہ آج جسکے لیے محبت کا اظہار ہو رہا ہے تو کل اسکا خیال تک بھی نہیں آج جس کے ساتھ دوستی کی گرہ بندھ رہی ہے تو کل تیز چاقو سے وہ گرہ کاٹ بھی دیجاتی ہے آج جسکی ثناخوانی میں مبالغے ہو رہے ہیں تو کل اس کی مبالغہ آمیز ہجو بھی ہو رہی ہے آج جس کے آگے سر جھکائے دست بستہ دو زانو ہو رہے ہیں تو کل اسکے سامنے نہایت شوخی سے

ترکی بہ ترکی جواب دیا جاتا ہے اس دنیا کے بے بنیاد تعلقات کا تو یہی حال ہے مگر حقیقی تعلق تو وہ تعلق ہے جسکے توڑنیکی کوشش میں دنیا ایکطرف ہو جاتی ہے اور کیا مجال کہ وہ ٹوٹ بھی جائے اس میں شک نہیں کہ اس حقیقی تعلق کی گرہ باندھنے میں تمام دیگر تعلقات توڑنے پڑتے ہیں مال لٹانا پڑتا ہے خویش و اقارب کو چھوڑنا پڑتا ہے اور نہایت خطرناک اور ہولناک شدائد و مصائب کا سامنا پڑتا ہے غرضیکہ اپنے ہاتھوں سے اپنی شاہ رگ پر چھری کی تیز دھار رکھکر اس محبوب کے صرف اشارے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور تب جاکر اس حقیقی تعلق کی گرہ مضبوط ہوتی ہے اور مضبوط بھی ایسی ہوتی ہے کہ ابدالاباد تک ٹوٹنے کی نہیں ہوتی جیسا کہ اس کی سچائی آج ہمنے مشاہدہ کی کہ ایک شخص مدت سے اپنے حقیقی محبوب کی محبت کے ولولہ میں گریہ زاری کرتا ہے تڑپتا ہے کسی طرح سے چین نہیں آتا اسکی خاطر اپنے آپکو زاویہ گمنامی میں معدوم کر دیتا ہے۔ آخر وہ محبوب اسے ملتا ہے مگر ساتھ ہی یہ احسان بھی جتا دیتا ہے کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ تمام برکتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سے ہیں۔ فداہ نفسی و ابی و امی ، (باقی آیندہ) سید ولی اللہ شاہ ،

حاشیہ ۔ خویش و اقارب کے چھوڑنے سے یہ مراد نہیں کہ گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگ جائے جیسا کہ بعض نادان ایسا کرتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنے خویش و اقارب کی محبت پر مقدم کر دے اگر ان سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہے یا انکی خدمت کرتا ہے تو صرف اسلیئے کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے ایسا ہی اگر اپنے نفس کو کھلاتا پلاتا ہے تو صرف اسی غرض سے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجا لانیکے قابل ہو سکے حقیقی مسلمان کی ہر نماز اور ہر کاروبار میں عملی طور پر یہ پکار ہونی چاہئے قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔ بیشک میری نماز میری قربانی۔ میری زندگی اور میری موت اسی اللہ ہی کے لیئے ہے جو رب العالمین ہے۔ منہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مجرب دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی سے بچانا (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھی کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی بیس خوراک عہ پکنگ و محصولڈاک ۸ر چھوٹی شیشی سولہ خوراک ۸ر پکنگ و محصولڈاک ۵ر

اس دوا پر مہاراجہ دل گنجن سنگھ صاحب کی رائے

دیو بہادر فیوڈ بڑی چیف پٹنہ اسسٹنٹ لوانگیر ضلع بھاگلپور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل رفع ہو گئی مجھے صرف خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اسواسطے دوبارہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں

دردِ سر و ریاح کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے درد ریاح جیسے چیس ٹیک چمک رگوں میں کنکنی سی ہو کہیں چیونٹیاں چلتے ہوں تو اس دوا سے آرام ہو جائے گا چاہے جسم کے کسی حصہ میں ایسا درد ہو اس سے مٹ جائیگا درد سر کے واسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہو نصف سر میں یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے اور پھر یہ بھی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو اڑا جاتا ہو اس دوا سے فوراً بند ہو جاتا ہے اندنوں لوگ ذرا ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام یا محنت کی باتوں میں فکر تردد میں عیش و عشرت میں دنبوات اور انکو دن بنایا کرتے میں کل نکتہ میں سر آجاتی ہیں اور ہائے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کے لئے انکے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے اسلئے خاص علم کو یہ دوا گھر میں رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ ٹکیہ کی ایک شیشی ۸ر محصولڈاک ایک سے ۴ ڈبیا تک

برنٹن فی کاشف
خاکسار فیروزہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند سٹریٹ کلکتہ